

اسلام کا موسم بہار

مولانا عبدالماجد دریا آبادی

بہار کا موسم آتے ہی دہریں روح پرور ہوائیں چلنے لگتی ہیں۔ سوئی ہوئی انگلیں جاگ اٹھتی ہیں اور رنجستی اور توانائی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ جسم و مادہ کی کائنات میں آفتاب کا پورا دور گزر جانے کے بعد یہ موسم آتا ہے اور طبیعوں کا بیان ہے مادہ فاسد وضع کرنے اور مسہل لینے کا یہ بہترین زمانہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح روح و جسم کی کائنات میں چاند کا ایک دور گزر جانے کے بعد موسم بہار آتا ہے۔

رحمتِ کاملہ و محبوبیتِ مطلقہ نے اپنے وفا شعاروں، اپنے سرمستوں کے لیے ایک خاص مہینہ ”ماسوا“ سے بے نیاز و بے تعلق رہنے کا مقرر کر دیا جس کو اصطلاح میں ”رمضان“ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اے حسن ازل سے بیان وفا باندھنے والو! اے اپنے محبوب کی یکتائی کا کلمہ پڑھنے والو! اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو آؤ اپنے طریق عشق و آئین اُلفت میں ایک مہینہ تک ماسوا پر نظر کرنا تک ناجائز سمجھو اور اپنی تمام نفسیاتی لذتوں کو ایک بڑی اور حقیقی لذت کے تصور پر قربان کرتے رہو کہ یہی نفسیاتی لذتیں اُس شاہد حقیقی کے وصال کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹیں ہیں۔

اس حکم سے مقصود تم کو تکلیف میں ڈالنا نہیں، تمہاری جان کو ہلکا کرنا نہیں بلکہ مقصود خود تمہاری ہی فلاح و بہبود ہے، تمہارے ہی کمالات کی نشوونما اور تمہاری ہی ترقی ہے، تم ہی میں ضبطِ نفس پیدا کرنا، تم ہی کو خود خواہشاتِ نفسانی پر حاکم بننے کی تعلیم دینا ہے۔ تمہاری پاکیزگی کی چھپی ہوئی قوت کو ابھارنا اور تمہیں حیوانات کے غار سے نکال کر ملوکیت کے آسمان پر پہنچانا ہے، تمہاری بواہوی جو تمہاری خوداری پر غالب آجاتی ہے اس کو توڑنا منظور ہے۔

تمہاری راہِ عروج میں ہر طرح کی سہولت پیدا کرنا ہے اور تمہارے ہی چھپے ہوئے اندرونی دشمنوں یعنی بدی کی طاقتوں کو ہلاک و نابود کرنا مقصود ہے اور پھر یہ آزمائش دائمی نہیں تمہاری ساری عمر کے لیے نہیں، کسی بڑی طویل مدت کے لیے نہیں بلکہ گنتی کے چند روز یعنی گیارہ مہینے کے بعد رمضان کا ایک مہینہ آتا ہے۔ یہ ماہ مبارک صرف اسی لحاظ سے مبارک نہیں کہ اس میں انسان صبر و ضبط کی خدائی طاقتوں سے نوازا جاتا ہے بلکہ اس خیر و برکت والے مہینے کا سب سے بڑا شرف یہ ہے کہ اس ماہ میں اوّل اوّل دنیا کے لیے بہترین، کامل ترین و جامع ترین ہدایت نامہ اتارا گیا اور اسی چاند میں انسانیت کے ظلمت کدہ کو نورانیت کے بدرِ کامل سے ہر انوار بنایا گیا اور اسی بابرکت موسم میں انسان کے کان میں پہلی بار

نعمتِ ازل کی سُرِیلی آواز بیہوشوں کو بیدار اور ہوشیاروں کو مست کرنے والی پکار پہنچی، جس سے بڑھ کر کوئی دولت، جس سے اونچی کوئی نعمت، جس سے برتر کوئی رحمت تصور عالم میں بھی موجود نہیں۔

قیسِ عامری کے پاس اگر لیلیٰ کا کوئی مکتوب یا پیام آ جاتا تو کس طرح اپنی جان نثار کرنے کے لیے تیار ہو جاتا؟ حسنِ ازل کے شیدائی بھی نامتہ یار کے ورود کے زمانے کو کیوں کر بھول سکتے ہیں، جب یہ زمانہ آ جائے گا اس کی یاد میں بے تاب ہو جائیں گے اور پاک گھڑی کی پاک سالگرہ میں اپنی بھوک پیاس تک بھول جائیں گے۔ موسمِ بہار کی فرحتیں، طراوتیں اور نشاطِ انگیزیوں بڑے افسردہ دلوں میں اُمتنگ پیدا کر دیتی ہیں۔ ماہِ مبارک کی برکتوں، فضیلتوں، اور نعمتوں کا ذکر سن کر بڑے سے بڑے بدہمت اور افسردہ لوگوں کو جوش پیدا ہو جاتا ہے۔

یہ بہار کا موسم جب کسی کے شوق و ارمان میں گذرے، یہ تبرک گھڑیاں جب کسی کی یاد میں بسر ہوں گی، یہ مبارک دن جب کسی کے اشتیاق میں بھوک پیاس میں صرف ہوں گے، یہ برکت والی راتیں جب کسی کے انتظار میں آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹیں گی تو ناممکن ہے کہ روح میں لطافت، قلب میں صفائی اور نفس میں پاکیزگی پیدا نہ ہو، اس حالت میں قدرتی بات ہے کہ سوزِ دل اور تیز ہو جائے، قرب و وصل کی تڑپ اور زیادہ بڑھ جائے۔ تڑکیہ و مجاہدہ کے اثر سے رنگ دور ہو کر کسی کا عکس قبول کرنے کے لیے آئینہ قلب بے قرار و مضطرب ہونے لگے۔ ٹھیک یہی گھڑی، ذوقِ طلب، ذوقِ انتظار، سوال اور اجابتِ دُعا کی حاجت مند اور کریمی، گدائی اور شاہی، بندگی و بندہ پروری کے درمیان ناز و نیاز کی ہوتی ہے۔ اسی منزل پر پہنچتے ہی غیب سے یہ صدائے بشارت کان میں آنے لگتی ہے کہ: ”اے ہمارے پیغام پہنچانے والے، ہمارے شیدائی، ہمارے پرستار، ہمارے بندے! اگر تم سے ہمارا پتہ پوچھیں تو اُن کو بتادو کہ ہم اُن سے کچھ دور نہیں، ہم تو ان سے بہت ہی قریب ہیں۔ ہمیں دل کی تڑپ کے ساتھ پکاریں تو سہی، ہم پر پھر سو رکھیں اس سے وہ سیدھی راہ پا کر منزلِ مقصود تک پہنچ کر رہیں گے۔“

نماز میں عبدیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح روزہ دار کو اخلاقِ الہی کے ساتھ کسی درجہ مناسبت و مشابہت پیدا ہو جاتی ہے بھوک اور پیاس سے بے نیازی، صبر و ضبط، قوت و احتیاط، حلم و تحمل، عنود و رگدز، یہ سب شائیں بندہ کی ہیں یا مولیٰ کی؟ عبد کی یا معبود کی؟ خاک کے پٹنے کی ہیں یا آسمان کے فرمانروا کی؟

پھر یہ کیوں کر ہے کہ جو شئے کچھ ہی دیر کے لیے سہی، اس کی کیفیت سے مناسبت پیدا کر رہی ہو، جو شئے ذرہ میں آفتاب کا پَر تو ڈال رہی ہو، جو شئے آئینہ میں جلا پیدا کر کے اُسے نورانیتِ کاملہ کا عکس قبول کرنے کے قابل بنا رہی ہو آپ اس نعمتِ عظیمہ کی جانب لپکنے سے تامل کر رہے ہیں۔

حدیثِ قدسی کے الفاظ یاد کیجئے: ”روزہ میرے لیے ہے اور اس کا اجر میں خود ہوں، حوریں نہیں، جنت کے قصر و محل نہیں، کوئی اور ایسی نعمت نہیں جسے ماذی عقل سمجھ سکے بلکہ میں خود اس کا اجر ہوں۔“

یہ کون کس سے کہہ رہا ہے؟ آفتابِ ذرہ سے نہیں مخدومِ خادم سے نہیں، شاہِ گدا سے نہیں۔ بلکہ خالقِ مخلوق سے،

موجود عبد سے، خدا، بندہ سے۔ کیا زمینوں اور آسمانوں کی ساری نعمتیں، ساری برکتیں، ساری بادشاہتیں مل کر بھی اس ایک اجر کے سامنے پیش کی جاسکتی ہیں؟ کیسی دردناک نادانی ہوگی کہ اتنے ارزاں سودے کو بھی اپنے غفلت اور بے پرواہی کی نذر کر دیا جائے۔

یقین کیجئے کہ اگر آپ نے اس حکم کی تعمیل کی تو آپ کے مرتبے پر زمین کے بسنے والے نہیں آسمان پر اڑے رہے، فضائے قدس میں سانس لینے والے، حرم عرش کے پائے تھامنے والے رشک کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ آج یہ شاعری معلوم ہو رہی ہو لیکن کل انشاء اللہ! یہ حقیقت ہو کے رہے گی۔

روزہ جسم و روح دونوں کے لیے ایک خاص ضبط و انضباط، تزکیہ و تنقیہ اور پرہیز و احتیاط کا نام ہے۔ اس کے تمام ہونے پر انتہائی لطف و راحت و فرحت محسوس ہونی چاہیے۔ اگر آپ ایسا محسوس نہیں کرتے ہیں تو یقیناً آپ ہی کا قصور ہے اور یہ لازمی ہے کہ روزہ کی شرطیں آپ توڑ چکے ہیں اور اس کے جو آداب نگاہ میں رکھنے تھے وہ آپ نے نہیں رکھے۔ اگر آپ وہی کرتے ہیں جو ایک روزہ دار کو کرنا چاہیے تو آپ کا دن اور آپ کی رات، آپ کی دوپہر، آپ کی سہ پہر، آپ کی شام، غرض آپ کے وقت کی ہر گھڑی آپ کے دل کی کلی کھلائے گی۔ انفرادی اور اداسی کے لیے یہ بے مفہوم ہوگی اور سرور و نشاط کی ہوائیں آپ کی روح کو تروتازہ رکھیں گی۔

روزہ کے معنی یہ ہیں کہ آپ اپنے پیدا کرنے والے کے سامنے عہد کرتے ہیں کہ سارا دن آپ اپنے تئیں اپنی آنکھ اور کان اپنے منہ اور زبان، اپنے دل اور دماغ اپنے ہاتھ اور پیر اور اپنے جسم و جان، غرض اپنے سارے وجود کو ہر ٹیڑھی راہ سے روکیں گے، ہر کچی اور کج روی سے باز رکھیں گے جو اس کا فطری حق اور اس کی سچی غایت ہے۔ زبان اگر کھلے گی تو صرف کلمہ حق پر۔ کان اگر نہیں گے تو صرف سچی آواز، آنکھ اگر دیکھے گی تو صرف امر حق کو، دل اگر سوچے گا تو صرف سچائیوں کو، ہاتھ اور پیر اگر حرکت کریں گے تو صرف سچائی کی راہ میں۔

ماوی زندگی کے سب سے بڑے اور طاقتور مظہر سورج کے ڈوب جانے پر جب آپ اس ذات کے شکر کے ساتھ جس نے آپ کو یہ توفیق دی، اپنا جائزہ لیں اور اپنے روزے کی ہر شرط کو پوری طرح ادا کیا ہو پائیں تو دنیا کے کس لفظ میں اور کس عبارت میں اس کیفیت کو ادا کرنے کی قدرت ہے۔ رضائے الہی آپ میں اور آپ رضائے الہی میں جذب ہوں گے۔ راحت و لذت، لطف و مسرت، سرور و نشاط، انبساط، یہ سارے الفاظ اس بڑی فرحت (انظار) کی کیفیت کو ادا کرنے کے لیے ناکافی ہیں جو ان سب سے بڑی فرحت (دیدار الہی) کا پیش خیمہ ہے جس سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے پیغمبر باد جو شوق و تمنا کے اس دنیا میں محروم رہے۔

آپ کہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے روزہ دار ہیں، ماہ رمضان کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں لیکن پھر یہ کیا ہے کہ آپ کی اندرونی زندگی میں کوئی نمایاں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ غصہ اب بھی آپ کو برابر آتا رہتا ہے بلکہ شاید کچھ اور بڑھ کر آتا ہے۔ دوسروں کی عیب جینی میں اب بھی آپ کو بویا سہی مڑا آتا ہے نفسانی خواہشوں، لڑنے اور جھگڑنے کے منصوبوں میں

اب بھی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔

دن میں بلاشبہ آپ کھاتے پیتے نہیں ہیں لیکن وقت کا بڑا حصہ بجائے عبادتوں کے سونے اور بیکاری میں گزارتے ہیں۔ یا پھر سحری طعام اور افطار پارٹیوں کے اہتمام و انتظام میں وہ لذیذ اور ثقیل غذائیں جن سے آپ کا ذائقہ سال میں گیارہ مہینے بالکل نامانوس رہتا ہے آپ اسے ماہ صبر و تقویٰ کے لیے اٹھا رکھتے ہیں اور وقت اور روپیوں کا اچھا خاصا حصہ اس ماہ مبارک کی دعوتوں اور ضیافتوں میں صرف فرماتے ہیں، کیا اسی روزہ داری پر آپ خوش ہیں؟ کیا اسی کا نام آپ کے خیال میں ماہ مبارک کا احترام ہے؟

ایک شخص قند اور دودھ کا نفیس شربت تیار کرتا ہے مگر اس میں کچھ مکھیاں بیس کر ملا دیتا ہے۔ آپ ایسے شخص کی صحت دماغی کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہیں؟ ایک شخص لذیذ سے لذیذ کھانا، خوان میں لگا کر لاتا ہے لیکن اس میں تھوڑی سی غلاظت بھی ملا دیتا ہے آپ اس بد نصیب کی عقل و فہم پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟

یقین فرمائیے! کہ اس سے کہیں زیادہ موجب تاسف، مستحق ماتم، اس بد نصیب کی حالت ہے جو روزہ رکھ کر بھی غصہ کر کے، عیب چینی میں مصروف رہ کر، نفسانی خواہشوں، راحتوں اور لذتوں کو اپنے ہاتھوں غارت کرتا رہتا ہے اور جو رحمان نصیب سرے سے روزہ کو ترک کیے ہوئے ہیں ان بیچاروں کو تو بس اللہ ہی سیدھی سمجھ اور نیک ہدایت کی توفیق بخشنے، آمین۔

مہتمم حضرات، پرنسپل صاحبان اور اساتذہ کرام کے لئے خوش خبری

★ ہر مہتمم اور استاد کی کوشش اور دعا ہوتی ہے کہ اس کے ادارہ کے طلبہ و طالبات اپنا وقت قیمتی بنائیں اور مطالعہ، ہنر، ہوم ورک، واجب المنزل اہتمام سے کریں۔ اس مقصد کے لئے ایک بہترین کتاب **طلبہ کی تیار کی گئی ہے، جس کے بارے میں حضرت مفتی نظام الدین شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:**

”ان شاء اللہ اس کتاب کو پڑھ کر اساتذہ و طلباء کو مطالعہ کرنے کا شوق پیدا ہوگا۔ بندہ علماء کرام و طالبان علم سے خصوصی درخواست کرتا ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ ایک بار ضرور کریں، اگرچہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ اس کا مطالعہ بار بار کیا جائے۔“

★ اسی طرح ہر استاد کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ طلبہ اور طالبات اپنے والدین کی قدر کرنے والے اور ان کی دعائیں حاصل کر کے اپنے علم میں ترقی کرنے والے ہوں اس کے لئے بھی الحمد للہ کتاب **والدین کی قدر کرنے** تیار ہوئی ہے۔ اس کتاب پر جامعہ دارالعلوم کورنگی کے نائب مفتی مولانا حضرت محمود اشرف صاحب دامت برکاتہم العالیہ اور جامعہ بنوری ناؤن کے استاد حضرت مولانا مفتی حاتم ذکی صاحب مدظلہم العالی نے تعریفی کلمات لکھے ہیں اور گزارش کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ طلبہ و طالبات تک یہ کتاب پہنچائی جائے۔

اس کتاب میں انتہائی آسان اور دل نشین انداز میں قرآن و حدیث کی روشنی میں دل چسپ اور عبرت آموز واقعات کے ذریعے سے اولاد کو والدین کے ادب و احترام اور ان کی اطاعت پر ابھارا گیا ہے اور ان کی نافرمانی سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اشاکٹ مکتبہ بیت العلم G-30 سٹوڈنٹ بازار، اردو بازار کراچی۔
 فون: 2726509، موبائل: 03002161927
 ناشر دارالہدیٰ